18

اللہ تعالیٰ کے حضور گرو اور اُسی سے مدد مانگو کہ یہی ہماری کامیابی اور ترقی کا اصل ذریعہ ہے

خدائی جماعتیں اگر کثرت سے ذکرِ الٰہی کریں تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے آسمان سے اُتر کر اُن کی مدد کرتے ہیں

(فرمودہ 13 جون 1958ء بمقام مری)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے قرآن کریم کی درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی: ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ''۔1

اس کے بعد فرمایا:

''اسلام کی ہر بات چونکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور اس کا مقصد انسان کی صحیح راہنمائی کرنا اور اسے ایسے راستہ کی طرف لے جانا ہے جو ہر لحاظ سے اس کے لیے مفید اور بابرکت ہو اس لیے بسا اوقات وہ ایسی تعلیم پیش کرتا ہے جو دنیا سے نرالی ہوتی ہے۔ دنیا میں جب فوجیں آپس میں لڑتی ہیں تو حکومتیں اپنے سپاہیوں کو خوب شرابیں پلاتی ہیں تا کہ اُنہیں ہوش نہ رہے اور موت کا ڈر

اُن کے دلوں سے جاتا رہے لیکن اسلام اِس کے اُلٹ تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو! جب تم دشمن کے مقابلہ میں لڑائی کے لیے صف آراء ہو جاؤ تو ایک تو اپنے اندر استقلال پیدا کرو اور اس کے مقابلہ میں مضبوطی سے ڈٹے رہو اور دوسرے اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کیا کرو یعنی موت کو اپنے سامنے رکھو۔ گویا حکومتیں تو موت کو بُھلا کر لڑواتی ہیں اور اسلام موت کو یاد دِلا کر لڑواتا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی نمایاں فرق ہے جو اسلامی تعلیم اور موجودہ زمانہ کے طریقِ کار میں پایا جاتا ہے۔ اسلام نے تو شراب کو یوں بھی حرام کیا ہوا ہے لیکن یورپین حکومتیں جنگ کے دنوں میں اپنے سپاہیوں کی شراب دُگنی کر دیتی ہیں تا کہ انہیں یہ ہوش ہی نہ رہے کہ وہ کس حالت میں ہیں مگر اسلام اس کے اُلٹ کرتا ہے اور بجائے یہ کہنے کے کہ شراب پیو، وہ کہتا ہے تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کیونکہ فتح اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ ظاہری سامانوں سے فتح حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔

اِس جگہ معترض اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کو یہ پتا نہیں تھا کہ اگر لوگ ایسا کریں گے تو وہ کامیاب ہوں گے؟ اور اگر پتا تھا تو پھر اس نے ''شاید'' کا لفظ کیوں استعمال کیا؟ مگر یہ اُن کی جہالت کی بات ہے۔ انہوں نے لُغت کی کتابوں کو نہیں دیکھا۔ لُغت میں لَعَلَّ کے استعمال کے بارے میں لکھا ہے کہ بیشک اس کے معنے شُبہ کے ہوتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس سے بولنے والے کے دل کا شبہ مراد ہو بلکہ کبھی اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے اُن کے دلوں میں کوئی شُبہ ہے اور کبھی مخاطب کے علاوہ دوسرے لوگوں کے شبہ کا ذکر مراد ہوتا ہے۔ گویا بولنے والے کو تو یقین ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے درست ہے اور وہ قطعی اور یقینی ہے مگر جس کو مخاطب کیا جا رہا ہوتا ہے بعض دفعہ اُس کو کوئی شُبہ ہوتا ہے اور بعض دفعہ اس کے علاوہ دوسروں کو کوئی شُبہ ہوتا ہے۔ پس لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ کے یہ معنی ہیں کہ تمہاری فتح تو یقینی ہے لیکن اگر تم ذکرِ الٰہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے گا کہ دوسرا آدمی جو تمہاری فتح کو ناممکن سمجھتا ہے وہ بھی خیال کرنے لگ جائے گا کہ شاید تم لوگ جیت جاؤ۔ انسانی اندازے چونکہ ظاہر پر ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم ذکرِ الٰہی کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرتے رہے تو وہ تمہاری کامیابی کے ایسے سامان پیدا فرما دے گا کہ تمہارا ساتھی جو پہلے تمہاری فتح کو ناممکن سمجھتا تھا وہ بھی سمجھنے لگ جائے گا کہ اب تو ایسے

سامان نظر آ رہے ہیں کہ شاید یہ لوگ جیت ہی جائیں۔ اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی جانتا ہے کہ مسلمان کامیاب ہوں گے اور خود مسلمانوں کو بھی یقین ہوتا ہے کہ وہ جیتیں گے اور دشمن ہارے گا۔ مگر فرماتا ہے اس کے بعد ایسے سامان پیدا ہوں گے کہ جن کے نتیجہ میں دشمن بھی خیال کرنے لگ جائے گا کہ شاید یہ مسلمان جیت ہی جائیں۔

چنانچہ بدر کے میدان میں جب صحابہ جمع ہوئے اور کفار بھی لڑائی کے لیے آ گئے تو کفار میں سے بعض نے اپنے سرداروں کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں سے لڑائی کرنے کی بجائے صلح کر لینی چاہیے۔ اِس پر وہ لوگ جو صلح کرنا نہیں چاہتے تھے انہوں نے ایک شخص کو جس کا کوئی بھائی کسی چھوٹی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا اُکسایا اور اُسے کہا تم شور مچانا شروع کر دو کہ میرا بھائی ان مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا مگر آج میری قوم اس کا بدلہ لینے کے لیے تیار نہیں۔ عربوں میں رواج تھا کہ ایسے موقع پر وہ چادر کھول کر سر پر رکھ لیتے اور پھر رونا شروع کر دیتے۔ اِسی طریق کے مطابق اس نے بھی چادر کھول کر سر پر رکھ لی اور پھر رونے پیٹنے لگ گیا اور اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ ہائے میرے بھائی! تیری قوم نے تجھے چھوڑ دیا اور وہ تیرا بدلہ لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ جب اُس نے اِس طرح شور مچایا تو قوم کے اندر جوش پیدا ہو گیا اور سب کے سب مسلمانوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ جب مقابلہ کا فیصلہ ہو گیا تو ابوجہل نے ایک سردار کو بلایا اور اسے کہا کہ تم ذرا جا کر پتا تو لو کہ مسلمان کتنے ہیں۔ وہ نظر تو تھوڑے آتے ہیں لیکن ممکن ہے کچھ پہاڑی کے پیچھے بھی چھپے ہوئے ہوں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ 2 یعنی اُس وقت کو یاد کرو جب کہ وہ ان کفار کو تمہاری نگاہ میں لڑائی کے وقت بالکل حقیر کر کے دکھاتا تھا اور تمہیں اُن کی نظر میں تھوڑے کر کے دکھاتا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ شاید کچھ لوگ پہاڑی کے پیچھے بھی چھپے ہوئے ہوں۔ وہ گیا اور اسلامی لشکر کا جائزہ لینے کے بعد واپس آ گیا۔ جب وہ واپس آیا تو کفار نے اُس سے پوچھا کہ بتاؤ تمہاری مسلمانوں کے متعلق کیا رائے ہے؟ اُس نے کہا میری رائے تو یہی ہے کہ مسلمانوں سے لڑنا نہیں چاہیے۔ انہوں نے کہا پہلے تم یہ بتاؤ کہ اُن کی تعداد کتنی ہے؟ اُس نے کہا تعداد تو تھوڑی ہے۔ تین سو یا سوا تین سو کے قریب ہیں اور پہاڑی کے پیچھے کوئی لشکر بھی نہیں کیونکہ میں اُن کے باورچی خانہ میں گیا

تھا اور میں نے دیکھا کہ تین سو یا سوا تین سو آدمیوں کے لیے جتنے اونٹ ذبح ہونے ضروری تھے اُتنے ہی اونٹ انہوں نے ذبح کیے تھے اس لیے جہاں تک اُن کی تعداد کا سوال ہے وہ تو اتنی ہی ہے مگر پھر بھی میرا مشورہ یہی ہے کہ لڑائی نہ کرو۔ انہوں نے کہا یہ کیسی بُزدلی کی بات ہے۔ جب وہ تھوڑے سے آدمی ہیں تو پھر لڑائی سے ڈرنے کے معنے ہی کیا ہوئے۔ وہ کہنے لگا اے میری قوم! وہ آدمی تو تھوڑے ہی ہیں مگر خدا کی قسم! جب میں انہیں دیکھنے گیا تو مجھے اونٹوں پر آدمی نظر نہیں آئے بلکہ مجھے موتیں نظر آئیں جو ان اونٹوں پر سوار تھیں 3 یعنی ان لوگوں کے چہروں سے ایسا عزم ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر شخص اس بات کے لیے آمادہ ہے کہ اگر لڑائی ہوئی تو ہم مر جائیں گے یا دشمن کو مار ڈالیں گے۔ پس اگر لڑائی ہوئی تو ان میں سے ہر شخص تمہارے لیے ملک الموت بن جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا لڑائی ہوئی تو مکہ کے تمام بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ ابوجہل بھی میدان جنگ میں مارا گیا اور سارے مکہ میں ماتم برپا ہو گیا۔ یہ فتح ان کو اس لیے حاصل ہوئی کہ ان کے سامنے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم رہتا تھا کہ دیکھو جب لڑائی ہو تو وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ خدا تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو تا کہ تمہیں فتح حاصل ہو اور اس کا غضب تمہارے دشمن پر نازل ہو۔

جب روم کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائی ہوئی تو رومی جرنیل نے ایک وفد بھیجا اور اُسے کہا کہ تم مسلمانوں کے لشکر کو جا کر دیکھو اور پھر واپس آ کر بتاؤ کہ ان کی کیا کیفیت ہے۔ وہ وفد اسلامی لشکر کا جائزہ لے کر واپس گیا تو اُس نے کہا ہم دیکھ آئے ہیں، وہ آدمی تو بہت تھوڑے سے ہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی جنّ ہیں کیونکہ ہم نے دیکھا کہ وہ دن کو لڑتے ہیں اور رات کو تہجد پڑھنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہمارے سپاہی جو دن بھر کے تھکے ہوئے ہوتے ہیں وہ تو رات کو شرابیں پیتے ہیں، ناچ گانے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور جب ان کاموں سے فارغ ہوتے ہیں تو آرام سے سو جاتے ہیں مگر وہ لوگ کوئی عجیب مخلوق ہیں کہ دن کو لڑتے ہیں اور راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اُس کا ذکر کرتے ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں سے ہمارا لڑنا بے فائدہ ہے۔ 4

غرض اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ خدائی جماعتوں کو ہمیشہ الٰہی مدد سے فتوحات حاصل ہوا کرتی ہیں۔ جب وہ کثرت سے خدا تعالیٰ کو یاد کرتی ہیں تو اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ بھی آسمان سے اُترتا اور ان کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو عرب کی ساری آبادی ایک لاکھ اسّی ہزار تھی مگر انہوں نے روم

جیسے ملک سے ٹکّر لے لی جس کی بیس کروڑ کی آبادی تھی۔ پھر انہوں نے کِسریٰ کے ملک پر حملہ کر دیا اور اس کی آبادی بھی بیس تیس کروڑ تھی۔ گویا پچاس کروڑ کی آبادی رکھنے والے ممالک پر ایک لاکھ اسّی ہزار کی آبادی رکھنے والا ملک حملہ آور ہوا۔ اور پھر یہ ملک اتنے طاقتور تھے کہ ہندوستان بھی اُن کے ماتحت تھا، چین بھی ان کے ماتحت، اسی طرح ٹرکی، آرمینیا، عراق اور عرب کے اَور ممالک یعنی فلسطین اور مصر بھی ان کے ماتحت تھے۔ مگر باوجود اِتنی کثرت کے مُٹھی بھر مسلمان نکلے تو انہوں نے ان لوگوں کا صفایا کر دیا اور بارہ سال کے عرصہ میں ان کی فوجیں قسطنطنیہ کی دیواروں سے جا ٹکرائیں۔ حضرت ایوب انصاریؓ اُس وقت زندہ تھے اور وہ بھی ان جنگوں میں شامل تھے۔ قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے انہیں تِیر لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ چنانچہ آج تک قسطنطنیہ میں اُن کی یادگار قائم ہے۔ یہ فتوحات جو مسلمانوں کو حاصل ہوئیں صرف ذکرِ الٰہی کا نتیجہ تھیں۔ لیکن جب مسلمان بگڑ گئے اور انہوں نے خدا تعالیٰ کو چھوڑ دیا تو اُس وقت اُن کی یہ حالت ہوئی کہ جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا تو مسلمان ایک بزرگ کے پاس گئے اور اُسے کہا کہ دُعا کریں بغداد سخت خطرہ کی حالت میں ہے۔ انہوں نے کہا میں رات کو دعا کروں گا تم صبح میرے پاس آنا، جو کچھ جواب ملے گا وہ بتا دوں گا۔ جب وہ صبح کو آئے تو انہوں نے کہا میں تمہارے لیے کیا دعا کروں؟ میں تو جب بھی ہاتھ اٹھاتا تھا مجھے اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کی یہ آوازیں آتی تھیں کہ یَا اَیُّھَا الْکُفَّارُ اُقْتُلُوا الْفُجَّارَ یعنی اے کافرو! ان فاجر مسلمانوں کو خوب مارو کیونکہ یہ مسلمان ہی نہیں رہے۔ اب بتاؤ جب خدا کہہ رہا ہے کہ ان مسلمانوں کو مارو تو میری دعائیں کیا کریں گی۔

غرض جب تک مسلمانوں میں ذکرِ الٰہی رہا ان کے تھوڑے تھوڑے آدمیوں نے بڑے بڑے ملکوں کو بھگا دیا۔ لیکن جب مسلمانوں میں سے ذکرِ الٰہی اُٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل جاتا رہا تو ان کی حالت یہاں تک گر گئی کہ جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا تو اس کے دس دس آدمی دو دو لاکھ کی آبادی رکھنے والے ملکوں میں جاتے تو مرد، عورتیں اور بچے سب بھاگ کھڑے ہوتے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان اپنے اندر اتنی طاقت محسوس کرتے تھے کہ ایک دفعہ جب روم کے بادشاہ نے دیکھا کہ اُس کی فوج کو بار بار شکست ہو رہی ہے اور اُسے اپنی سلطنت کے متعلق خطرہ محسوس ہوا تو اُس نے اپنے ایک جرنیل کو جس کا نام ہامان تھا بلوایا اور اُسے کہا کہ تم بڑے بہادر ہو، میں تمہیں مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے بھجواتا ہوں۔ اگر تم جیت گئے تو میں اپنی لڑکی کی

تم سے شادی کر دوں گا اور آدھا ملک تم کو دے دوں گا۔ تمہارا کام یہ ہے کہ تم کسی طرح مسلمانوں کو شکست دو۔ وہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر نکلا۔ اُس زمانہ کا ساٹھ ہزار آجکل کے ساٹھ لاکھ کے برابر تھا اور مسلمان کُل بارہ ہزار تھے۔ وہ بڑے گھبرائے کہ ہم اتنے بڑے لشکر کا کس طرح مقابلہ کریں گے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے خالدؓ بن ولید کو بلوایا اور کہا کہ ہم کل اس لشکر پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تم اندازہ لگاؤ کہ ہم اس کے مقابلہ میں کتنے ہزار آدمی بھجوائیں۔ انہوں نے کہا حضور! یہ کیا کر رہے ہیں؟ اِس طرح تو دشمن دلیر ہو جائے گا اور سمجھے گا کہ میری بڑی طاقت ہے۔ آپ ساٹھ ہزار کے مقابلے میں صرف ساٹھ آدمی بھجوایئے اور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنی خواہش کے مطابق اُن میں سے ساٹھ آدمی چُن لوں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کی اجازت دے دی اور انہوں نے ساٹھ بہادر مسلمان چُن لیے اور اُن سب کو کہہ دیا کہ دیکھو! تمہاری موت کے ساتھ اِس وقت اسلام کی زندگی وابستہ ہے۔ تم تیر کی طرح دشمن کی فوجوں میں گھس جاؤ اور ہامان جس ہاتھی پر سوار ہے اُس پر حملہ کر کے ہامان کو گرا دو۔ جب کمانڈر انچیف مارا گیا تو باقی فوج خود بخود پیچھے ہٹ جائے گی۔ چنانچہ وہ تیر کی طرح فوجوں میں گُھس گئے اور انہوں نے اُس ہاتھی پر حملہ کر دیا جس پر ہامان سوار تھا اور اُسے مار کر گرا دیا۔

بیشک اِس حملہ کے نتیجہ میں مسلمانوں کے بارہ تیرہ آدمی میدانِ جنگ میں ہی مارے گئے اور قریباً بیس آدمی ایسے خطرناک زخمی ہوئے کہ جنگ کے خاتمہ پر اُن میں سے بھی اکثر شہید ہو گئے مگر اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کُفّار کا لشکر بھاگا اور دو سو میل پیچھے جا کر اُس نے دم لیا۔ اِس جنگ میں حضرت عکرمہؓ جو ابوجہل کے بیٹے تھے مارے گئے اور اس جنگ میں حضرت فضلؓ جو عبداللہؓ بن عباس کے بڑے بھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے تھے مارے گئے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ جنگ کے بعد ایک مسلمان سپاہی اپنی چھاگل میں پانی بھر کر ان زخمی صحابہ کے پاس پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت عکرمہؓ کی حالت بڑی نازک ہے اور پیاس کی شدت کی وجہ سے وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے میں آگے بڑھا اور میں نے کہا آپ کو سخت پیاس محسوس ہو رہی ہے میرے پاس پانی موجود ہے آپ کچھ پانی پی لیں تا کہ آپ کو سکون محسوس ہو۔ انہوں نے کہا میں تو بہت بعد میں اسلام لایا ہوں۔ میرے ساتھ ہی ایک ایسا مسلمان زخموں سے چُور پڑا ہے جو مجھ سے پہلے اسلام میں داخل ہوا تھا۔ اس لیے پہلے اسے پانی پلاؤ اور پھر میرے پاس آؤ۔ جب وہ پانی لے کر اُس کے پاس پہنچا تو

وہ کہنے لگا میرے پہلو میں فلاں مخلص صحابی پڑا ہے اور اُسے بھی پیاس کی شدید تکلیف ہے۔ میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ میں پہلے پانی پی لوں اور وہ صحابی رہ جائیں۔ اس لیے پہلے ان کے پاس پانی لے جاؤ۔ وہ پانی لے کر اُن کے پاس پہنچا تو وہ کہنے لگے میرے پہلو میں حضرت فضلؓ پڑے ہوئے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں پہلے اُنہیں پانی پلاؤ۔ جب تک وہ پانی نہ پی لیں میں پانی نہیں پی سکتا۔ وہ سات زخمی صحابہ تھے جو میدانِ جنگ میں پیاس کی شدت اور زخموں کی تکلیف سے تڑپ رہے تھے مگر اُن میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ جب تک میرا ساتھی پانی نہ پی لے میں پانی نہیں پی سکتا۔ جب وہ آخری صحابیؓ کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکے تھے اور جب وہ لَوٹ کر دوسروں کے پاس آیا تو وہ بھی فوت ہو چکے تھے۔5

اب دیکھو یہ لوگ بیشک مارے گئے لیکن وہ اپنی موت سے مسلمانوں کو سینکڑوں سال تک حکومت پر قائم کر گئے۔ ایک ایسی جنگ میں جس میں دشمن کا ساٹھ ہزار لشکر سامنے تھا پندرہ بیس مسلمانوں کا مارا جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن انہوں نے مر کر چار سو سال تک مسلمانوں کی حکومت قائم کر دی اور آخر حضرت عباسؓ کے خاندان میں بھی حکومت آئی اور عباسی حکومت بڑی شان سے قائم ہوئی۔ مگر بعد میں جب مسلمان ناچ گانوں میں مشغول ہو گئے، جب انہوں نے رنگ رلیاں منانی شروع کر دیں، جب وہ شرابیں پینے لگ گئے، جب وہ عیاشی میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اسحاق موسوی بڑا اچھا گانے والا ہے، فلاں کنچنی خوب ناچتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تباہی کے لیے ہلاکو خان کو بغداد پر مسلّط کر دیا اور اُس نے ایک دن میں اٹھارہ لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا اور شاہی خاندان کی کوئی ایک عورت بھی ایسی نہ چھوڑی جس کے ساتھ بدکاری نہ کی گئی ہو۔ اب کُجا تو اُن کی یہ حالت تھی کہ روم جیسے بادشاہ کے لشکر کو جو ساٹھ ہزار کی تعداد میں تھا مسلمانوں کے صرف ساٹھ آدمیوں نے شکست دے دی اور کُجا یہ حالت ہوئی کہ ہلاکو خان چند ہزار کا لشکر لے کر آیا اور لاکھوں مسلمان اُس کے آگے آگے بھاگتے پھرے اور اس نے اٹھارہ لاکھ آدمیوں کو قتل کر دیا۔

غرض جب تک اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے فتوحات حاصل ہوتی جاتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی مدد کم ہو جاتی ہے تو فتوحات بھی کم ہو جاتی ہیں۔ ہماری جماعت کے دوستوں کو بھی چاہیے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے رہا کریں اور پاکستان کے سپاہیوں کو بھی چاہیے کہ وہ دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے

کام لیں اور اللہ تعالیٰ کی نُصرت کو کھینچنے کی کوشش کریں۔ آجکل اخباروں میں مَیں دیکھتا ہوں کہ بڑا شور مچا ہوا ہے مگر میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ نعروں سے کچھ نہیں بنتا۔ اگر تم نے نعرہ ہی مارنا ہے تو تم انسانوں کے سامنے نعرہ نہ مارو بلکہ خدا کے سامنے نعرہ مارو اور اُس کے حضور گریہ و زاری سے کام لو۔ جب تم خدا کے سامنے جھکو گے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے تمہاری مدد کے لیے اُتریں گے۔ بدر کی جنگ میں کُفّار مسلمانوں کے مقابلہ میں بھاگ نکلے تو بعض لوگوں نے انہیں طعنہ دیا کہ تم نے کیسی بُزدلی دکھائی ہے۔ انہوں نے کہا تمہیں کیا پتا؟ اِس جنگ میں سفید اَبلق گھوڑوں پر کوئی عجیب قسم کی مخلوق سوار تھی۔ تلواریں اُن کے ہاتھ میں تھیں اور وہ جس پر بھی تلوار چلاتے تھے وہ فوراً کٹ کر دو ٹکڑے ہو جاتا۔ پس ہمارا مقابلہ آدمیوں سے نہیں تھا بلکہ جنّات سے تھا اور ہم نے دیکھا کہ وہ ایسی سختی سے تلوار مارتے تھے کہ ان کے ایک ایک وار سے کئی کئی آدمی کٹ جاتے۔

غرض کامیابی اُسی صورت میں آتی ہے جب آسمان سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُتریں اور وہ مدد کریں۔ پس اللہ تعالیٰ کے حضور گرنا چاہیے اور اُسی سے مدد مانگنی چاہیے کہ یہی ہماری کامیابی کا اصل ذریعہ ہے"۔ (الفضل 2 جولائی 1958ء)

1: الانفال: 46

2: الانفال: 45

3: سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 274 مطبوعہ مصر 1936ء

4: تاریخ الطبری المجلد الثانی صفحہ 347 مطبوعہ بیروت 1971ء

5: الاستیعاب فی مَعرفة الاصحاب جلد 3 صفحہ 191 مطبوعہ بیروت 1995ء